پی ٹی آئی کا مستقبل اور عمران خان کے فیصلے

تحریر: سہیل احمد لون

یہ انتہائی عجیب و غریب ہے کہ وہ شخص جو ابھی کل تک دنیا بھر میں دیکھا اور سنا جا رہا تھا یکلخت اُس کی سیاسی شہرت کا گراف کینسر کے مریض کے بلڈ پریشر کی طرح گرتا دکھائی دے رہا ہے۔ عمران خان کی کرشماتی شخصیت کو تو شاید کبھی بھی کوئی فرق نہ پڑے لیکن ایک بات طے شدہ ہے کہ جب دیانتدار آدمی اپنے ساتھ بددیانت لوگوں کا لشکر لے کر کھڑا ہو تو پھر اُس کی دیانتداری پر سوالیہ نشان آنا یقینی بات ہے۔ وہ ہر الیکشن سے پہلے کچھ ایسا ضرور کرتا ہے کہ اچانک بنا بنایا کھیل عمران کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ یہ اتفاق ہے؟ یہ پھر مسلسل نااہلی! اس کا جواب تو عمران ہی دے سکتا ہے لیکن جب حالات و واقعات آپ کے سامنے ہوں تو پھر بہت کچھ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ وہ سیاستدان سے راسپوٹین بنتا جا رہا ہے جس کی طلسماتی قوتیں اُس کے گرد بالا دست طبقات کا جھرمٹ تو بڑھا رہی ہے لیکن سیاسی ورکرز دور ہوتے جا رہے ہیں۔ شاید اُس نے سیاسی ورکروں کو ڈیل کرنے کا کوئی طریقہ کار بنایا یا سوچا بھی نہیں اور جو کرائے کے ٹٹو لیے وہ تبدیلی اور انقلاب کی باتیں کر رہا ہے یہ تو وہی لوگ ہیں جن کے خلاف انقلاب یا تبدیلی آنا تھی۔ حقیقی سیاسی ورکرز کے بغیر کوئی انقلاب نہ تو کبھی آیا ہے اور نہ ہی کبھی آئے گا۔ عمران خان نے اپنی منتخب تنظیم خود ہی توڑ دی جس تنظیم کو لاکھوں لوگوں نے منتخب کیا تھا وہ عمران خان کے ایک حکم پر ختم کر دی گئی۔ پنجاب کا ارگنائزر مسلم لیگ نون کے سابق گورنر کو لگا دیا گیا ہے اس امید کے ساتھ کہ وہ پارٹی میں موجود گروپنگ کو ختم کرے گا لیکن وہ تو خود ایک گروپ ہے ارائیں گروپ اور لاہور کی ساری لڑائی تو ہے ہی ارائیں کے درمیان کیونکہ لاہور کے سابق صدر عبد العلیم خان نے صدر بننے سے انکار کر دیا ہے اور شعیب صدیقی جو منتخب سینئر نائب صدر اور عبدالعلیم خان کے قریبی ساتھی سمجھے جاتے تھے اُن کا نام بھی لاہور کے صدر کی حیثیت سے بطور امیدوار واپس لے لیا گیا ہے۔ اب باقی رہ جاتے ہیں میاں اسلم اقبال، میاں محمود الرشید، میاں حامد معراج اور سابق گورنر پنجاب کے صاحبزادے جناب میاں حماد اظہر، اب پارٹی کے سابق رکن میاں امین ذکی نے بھی وولنٹیئر کنونشن کروا کر چوہدری سرور کو یقین دلا دیا ہے کہ پرانے ورکرز بھی ایک گروپ ہیں جبکہ مراد راس کا نام حمزہ شہباز شریف سے قریبی رشتے داری کی وجہ سے زیر غور بھی نہیں۔ گزشتہ چند ماہ سے چوہدری محمد سرور کی ساری جدوجہد تحریک انصاف سے گمشدہ ارائیں ڈھونڈنا تھا جس میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہوئے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ پہلے تو عمران خان نے گلو بٹ کو اتنا پرموٹ کیا کہ وہ لغت کا حصہ بن گیا اور اس کی واحد وجہ نواز شریف کا کشمیری ہونا تھا وہ ایسا کرتے ہوئے یہ بھی بھول گیا کہ اُس کی اپنی جماعت میں کشمیریوں کی بہت بڑی اکثریت موجود ہے۔ گو کہ بعد ازاں اُس نے گلو بٹ کی من مرضی کی تشریح بھی کی لیکن اتنی دیر تک بہت دیر ہو چکی تھی۔

پنجاب میں بلدیاتی انتخابات کا شور شرابا زور و شور سے جاری و ساری ہے لیکن عمران خان منتخب تنظیم تو توڑ کر بیٹھ گیا ہے اور نیا کچھ اُس نے پہلے سے سوچا نہیں تھا سو حالات ایک بار پھر اُسی چوراہے پر آ کھڑے ہوئے ہیں جہاں سے 2013ء کے انتخابات سے پہلے تھے۔ میں یہ بات سمجھنے سے قاصر رہا ہوں کہ عمران خان نے اپنا پہلا انتخاب بغیر تیاری کے لڑا دوسرے انتخاب سے پہلے مشرف کی حمایت کی لیکن انتخابات سے پہلے مشرف سے کنارہ کش ہو گیا اور پھر اُسے امیدوار ڈھونڈنے کیلئے بھی تحت الثریٰ تک جانا پڑا۔ اُس سے اگلے انتخاب میں اُس نے میاں نواز شریف اور جماعت اسلامی کے کہنے پر بائیکاٹ کیا لیکن نواز شریف کو بے نظیر نے منا لیا اور جماعت اسلامی کے ساتھ عمران خان کا بائیکاٹ قائم رہا جس کا کوئی بھی فائدہ عمران خان کو نہ ہوا لیکن پروگرام کے تحت جماعت اسلامی عمران خان کو انتخابات سے دور رکھنے میں کامیاب و کامران ٹھہری۔ آخری انتخابات سے پہلے اُس نے انٹرا پارٹی الیکشن کا شوشا چھوڑ دیا جس کی جتنی تشہیر کی گئی اُس سے زیادہ بدنامی کے ساتھ وہ اپنے انجام کو پہنچا۔ انٹرا پارٹی الیکشن میں منتخب ہونا والا پارٹی صدر کب کا جا چکا اور باقی تنظیم کو چیئرمین نے اپنے ہاتھوں سے ذبح کر دیا۔ اگر ایسا کرنا ضروری ہی تھا تو اسے مرحلہ وار کیا جا سکتا تھا جیسا کہ سرحد میں بلدیاتی انتخابی عمل مکمل ہو چکا تھا سو وہاں تنظیم ختم کر کے پہلے تجربہ کر لیا جاتا لیکن ساری تنظیم کو اُس کی بنیاد سے ہی ختم کر دینا انتہائی عجیب و غریب اور ناقابل فہم ہے۔ شاید اس کے پیچھے عمران خان کے دو ارائیں دانشور کالم نویسوں کی عقل کل ہی کارفرما ہو لیکن پنجاب اور بالخصوص لاہور میں تنظیم کا نہ ہونا مسلم لیگ نون کیلئے رحمت خداوندی سے کم نہیں۔

چوہدری محمد سرور اپنا پورا زور لگا رہے ہیں کہ کسی طرح معاملات سلجھ جائیں لیکن اُن کے رستے کی سب سے بڑی دیوار آرگنائزر پاکستان جناب شاہ محمود قریشی ہیں جن کو پارٹی کے وفادار کارکن اُسی نظر سے دیکھتے ہیں جس نظر سے جاوید ہاشمی کو دیکھتے تھے جس سے ایک بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ تحریک انصاف کے ورکر عمران خان سے زیادہ بڑا اویژن رکھتے ہیں۔ شاہ محمود قریشی اور چند دوسرے لوگوں کی وجہ سے تحریک انصاف کی تاریخ میں پہلی بار پارٹی کے اندر چیئرمین تحریک انصاف کا گراف نیچے آیا ہے جو انتہائی تشویشناک ہے۔ گو کہ اتوار کے روز گلبرگ کے شادی ہال میں ہونے والے والنٹیئر کنونشن جس کی صدارت آرگنائزر پنجاب جناب چوہدری محمد سرور کر رہے تھے۔ اس کنونشن کی سب سے خاص بات حامد خان کی تقریر تھی جس میں اُن کا چیئرمین پاکستان تحریک انصاف کے فیصلوں پر عدم اعتماد صاف نظر آیا۔ اب یہ حامد خان کی مایوسی تھی یا اپنی نااہلی کہ جب بطور وکیل بھی اُن کی ضرورت پڑی تو وہ پارٹی کیلئے کوئی خدمات سرانجام نہ دے سکے ویسے تو عمران خان نے جس تنظیم کو توڑا ہے اور جس انٹرا پارٹی الیکشن کے نتیجہ میں یہ معرض وجود میں آئی تھی اُس کے الیکشن کمیشن بھی جناب حامد خان ہی تھے سو یہ بات آسانی سے سمجھ آ سکتی ہے کہ انہوں نے کس طرح کے الیکشن کروائے ہوں گے کہ اُس کے نتیجہ میں بننے والی تنظیم اپنی مدت پوری کرنے سے پہلے ہی توڑنے کی ضرورت پیش آ گئی۔ اس کے علاوہ حامد خان نے وکلا ونگ میں پنجاب کا صدر تو بنا رکھا ہے لیکن نہ تو خود کبھی پاکستان کے صدر بنے ہیں اور نہ ہی کبھی کسی اور شخص کو اس کا موقع دیا گیا ہے سو سب اپنی اپنی دکانداری چمکا رہے ہیں۔ سو ورکروں کو دھوکا دینے کیلئے مرحوم احسن رشید کا نام استعمال کیا گیا حالانکہ کنونشن کے روح رواں میاں امین ذکی وہ شخصیت ہیں جو انٹرا پارٹی الیکشن میں احسن رشید کو گھیر کر بے رحم اور مکار سیاسی ورکروں کے مدمقابل لے کر گئے اور صرف اپنے ذاتی مفاد کیلئے معاملات کو حل نہ ہونے دیا ورنہ اعجاز چوہدری اور احسن رشید میں کوئی نہ کوئی سمجھوتہ طے پا جاتا تھا۔

تحریک انصاف ہر گزرتے دن کے ساتھ عمران خان کے ہاتھوں سے نکل رہی ہے یہ بات تحریک انصاف کا عام ورکر دیکھ رہا ہے محسوس کر رہا ہے لیکن عمران خان نجانے کیوں اس سے لاعلم رہنا چاہتا ہے۔ تنظیم آپ توڑ چکے اب آپ سے یہ بنے گی نہیں کیوں کہ ہر گروپ چاہتا ہے کہ ڈسٹرکٹ آرگنائزر اُس کے گروپ سے ہو اور آخر کار آپ کو تیس یا بیس رکنی کوئی کمیٹی بنا کر ڈسٹرکٹ کو چلانا ہوگا جس سے یہ تو ثابت ہو جائے گا کہ تحریک انصاف کے چیئرمین سے اُس کے ورکرز زیادہ طاقتور ہیں اور یہ ورکرز بھی وہ ہیں جو دوسری سیاسی جماعتوں سے آئے ہیں کیونکہ گزشتہ 19 سالوں میں تحریک انصاف نے اپنے اندر سے کوئی بھی ایسا ورکر پیدا نہیں کیا جسے لیڈر کہا جا سکے۔ اب ایسا شعوری طور پر کیا گیا ہے یا لاشعوری طور پر دونوں صورت میں تحریک انصاف کے پاس اپنی قیادت نہیں ہے اور کرائے دار تو جب چاہیں مکان چھوڑ جاتے ہیں۔ سو موجودہ حالات میں تحریک انصاف کا مستقبل عمران خان کے فیصلوں سے جڑا ہے اور فیصلے آپ کے سامنے ہیں۔

سہیل احمد لون

سٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

01-06-2015